امام دوانی کے فلسفہ اخلاق کا اختصاصی مطالعہ

Specific study of Imam Dawani's philosophy of ethics

Farah Naz
PhD Scholar, Univeresity Of Lahore, Lahore
naazfarah682@gmail.com
Dr. Ali Akbar Al-Azhari
Associate Professor, Lahore Garrison University. (Former HOD), Department of Islamic Studies, University of Lahore

ABSTRACT

As moral values lose their significance in society, it is necessary for scholars of religion to keep reviving the codes of life that embody virtues of humanity. In the history of Muslim moral thought, there is an abundance of literature on moral values as honesty, kindness, generosity, loyalty, decency, patience, gratitude, compassion and many more. Among the scholars who have enriched Muslim moral thought through their deep wisdom, Allama Jalal ud Din Dawani ranks as prominent. His prolific services to the fields of religion and morality addressed the moral dilemmas of 15th century through extracting inspiration from Aristotle and Naseer ud din Tusi. Being a learned scholar of Islam, he produced a philosophy of ethics (Akhlaq e Jalai) that contained his interpretations of religion, sufism and morality. Through categorizing individuals into different ranks based on ethics, he provided a default ladder for self-awareness and self-improvement. During his course of producing literature, Allama Jala ud Din Dawani did not confine his study to the analysis of a lay man's morality alone. Rather, in his teachings, he also gave politics its due share. According to Dawani, a just ruler, guided by religion and intellect, is requisite for maintaining an ethically sound society. So, Dawani had a complete blueprint for transforming society into a robust edifice of goodness. It is noteworthy that his ideas did not expire with time. They lingered on, entering different eras and enlightening different scholars. This fact signifies the flexibility of his teachings that is receptive to evolving times. Even in the present age, there is lavish food for thought in his writings for the incumbent generations.

Keywords: Dawani, ethics, Islam, philosophy,study

انسان کے اندر اچھی اور بری خصلتوں کو پرکھنے کا علم، علم اخلاقیات ہے۔ علم اخلاق اچھی اور بری خصلت کے بارے میں بحث کرنے کے علاوہ ان صفات کے مطابق انجام پانے والے اعمال وافعال کے بارے میں بھی بحث کرتا ہے۔ جبکہ فضائل اخلاق کو اپنانے اور برائیوں سے اجتناب کے طریقوں کے بارے میں بھی علم اخلاقیات بحث کرتا ہے۔[1]

(1) ابن مسکویہ، أبو علی أحمد بن محمد بن یعقوب (421ھ)، تہذیب الاخلاق وتطہیر الأعراق، مکتبۃ الثقافۃ الدینیۃ، القاھرہ، مصر، ص 51

اچھے اور برے کی تمیز اور اطلاق و معیار، ان کی حدود و شرائط اور اخلاقی مفاہیم کی ماہیت و حقیقت کے بارے میں بحث فلسفہ اخلاق کہلاتا ہے۔

مسلم فلاسفہ نے فلسفہ اخلاق اور اسلام کی اخلاقی اقدار سے متعلق مستند کتب تصنیف کیں۔ ان میں سے بعض کتب ایسی تھیں جو فلسفہ اخلاق کی بنیاد بنیں۔ انہیں مفکرین میں سے ایک امام دوانی ہیں جنہوں نے امام غزالی کی طرح ابن مسکویہ کے فلسفہ اخلاق کو بنیاد بنا کر اپنا فلسفہ اخلاق پیش کیا۔ اس مضمون میں امام دوانی کا فلسفہ اخلاق اور اس کی خصوصیات کو زیر بحث لایا جائے گا۔

علامہ جلال الدین دوانی اور ان کا فلسفہ اخلاق

محمد بن اسعد جلال الدین 830ھ/1427ء میں ایران کے علاقے دوان ضلع گازرون میں پیدا ہوئے[1]۔ ان کے والد شہر کے قاضی تھے۔ جو سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے تھے۔ انہوں نے روایتی اسلامی تعلیم پہلے پہل دوان سے ہی حاصل کی جہاں پر انہوں نے اپنے والد کے ہمراہ مطالعہ سر انجام دیا جو ایک قاضی تھے اور مابعد شیراز میں تعلیم حاصل کی۔ اپنے کیریئر کے دوران وہ عدالتی اور تدریسی عہدوں پر فائز رہے تھے۔ اس کے بعد شیراز کا رخ کیا۔ اور وہاں مولانا محی الدین گوشہ کناری، مولانا ہمام الدین گلباری اور صفی الدین الایجی سے فیضیاب ہوئے۔

امام دوانی یوسف بن جہاں شاہ قراقویونلو کے زمانے میں صدر کے عہدے پر مامور رہے پھر وہاں سے مستعفی ہو کر مدرسہ بیگم میں مدرس ہو گئے۔ جسے دار الاتیام بھی کہتے ہیں۔ آپ فارس کے قاضی بھی رہے۔

جب قراقویونلو کی مملکت کے زوال پر مملکت میں افراتفری پھیلی اور شاہ اسمٰعیل صفوی سے لڑائیاں ہوئیں تو امام دوانی نے لار اور جرون میں پناہ لی۔

ابو الفتح بیگ نے شیراز پر قبضہ کر لیا تو وہ گازرون کی طرف عازم سفر ہوئے مگر ابو الفتح کی لشکر گاہ میں پہنچنے کے تھوڑے دنوں میں 908ھ/1503ء میں وفات پائی اور دوان میں دفن ہوئے۔

ان کی زندگی میں ان کی شہرت ان کی آبائی سرزمین سے باہر سلطنت عثمانیہ کے دور دراز علاقوں تک پھیل چکی تھی۔[2]

---

(1) السخاوی، شمس الدین محمد بن عبدالرحمن بن محمد بن أبي بکر (المتوفى:902ھ)، الضوء اللامع لأهل القرن التاسع، منشورات دار مکتبة الحیاة، بیروت، ج2، ص 98، رقم:298

(2) الشوکانی، محمد بن علي بن محمد بن عبدالله الیمنی، (المتوفى:1250ھ)، البدر الطالع بمحاسن من بعد القرن السابع، دار المعرفة، بیروت، ج2، ص129

علوم عقلیہ میں خاص مہارت حاصل کرنے کے بعد یہ نوبت آئی کہ روم خراسان اور ماوراء النہر کے طلباء امام جلال الدین دوانی سے حصول تعلیم کے لئے جوق در جوق آتے تھے۔(1)

حسنِ ادب کی یہ حالت تھی کہ جب دوانی اپنے شاگردوں کو درس دیا کرتے تو وہ آداب محفل اور اساتذہ کی عزت وتکریم کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے سر جھکائے خاموشی سے سیکھتے رہتے۔آپ کی رسائی سلطان وقت تک ہوئی تو دربار کے قاضی مقرر کردیئے گئے اور بعد میں سلطان یعقوب نے ان کے اس عہدے کو تبدیل نہ کیا یعنی وہ بدستور قاضی رہے۔(2)

دوانی کا فلسفہ اخلاق:

امام جلال الدین دوانی اپنے دور کے عظیم ترین فلسفیوں میں سے ایک تھے۔انہوں نے کئی معیاری کام تحریر کیے تھے جس میں فلسفیانہ کام کی تعداد تقریباً 75 ہے۔امام دوانی کا فلسفہ اخلاق 15ویں صدی کے مسلمانوں کے عملی فلسفے پر مشتمل ہے،اور اسی زبان میں ہے۔امام جلال الدین دوانی نے اپنے دو پیش روؤں ابن مسکویہ اور نصر الدین طوسی کے کام کی مدد سے ایک نیا ایڈیشن تیار کیا۔

جلال الدین دوانی یونانی فلسفہ اخلاق کی روایت کے مطابق ارسطو سے بہت متاثر نظر آتے ہیں۔انہوں نے عربی میں فلسفے اور تصوف کی مشہور کتابوں کی بہت سی شرحیں لکھیں اس کے علاوہ عقائد، تصوف اور فلسفے پر کئی رسائل لکھے۔ فارسی میں ان کی سب سے زیادہ مقبول عام تصنیف لوامع الاشراق فی مکارم الاخلاق ہے۔یہ اخلاق جلالی کے نام سے مشہور ہے۔ اس کا انگریزی میں ترجمہ W.T.Thompson نے 1839ء میں کیا جس کا نام Practical Philosophy of Muhammedan People ہے۔ یعنی انہوں نے اسے مسلمانوں کے عملی فلسفے کا عنوان دیا۔ یہ کتاب نصیر الدین طوسی کی اخلاق ناصری کا بہ طرز جدید اور مقبول عام بیان ہے جسے آق قویونلو بادشاہ اوزون حسن کے حکم سے لکھا گیا اور اسی کے نام سے معنون ہے۔

اخلاق جلالی کا ڈھانچہ بنیادی طور پر وہی ہے جو اخلاق نصیری کا ہے لیکن اس کا اسلوب جدید ہے۔دوانی نے اسے قرآنی آیات اور احادیث نبوی سے بھی مزین کیا ہے۔

اخلاق ناصری تین حصوں میں منقسم ہے:

1۔ علم اخلاق

---

(1) عبدالسلام ندوی، حکمائے اسلام،(1956ء) دار المصنفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، ہند، ج:۲، ص 301۔

(2) جاوید اقبال ندیم،(1975ء) ابن مسکویہ کا فلسفہ اخلاق اور اس کے غزالی اور دوانی پر اثرات، مقالہ ایم اے علوم اسلامیہ گورنمنٹ کالج لاہور، ص:65

2۔تدبیر منزل

3۔سیاست مدن

پہلا حصہ ابن مسکویہ کی کتاب "طهارة الاعراق فی تهذیب الاخلاق" سے ماخوذ ہے۔

دوسرا حصہ Bryson سے بواسطہ مقالہ بو علی بن سینا کا رسالہ "تدبیر المنزل" سے لیا گیا ہے۔

اور تیسرا حصہ الفارابی کی کتاب "المدینة الفاضلة" اور کتاب "السیاسة المدینة" پر مبنی ہے۔

اخلاق جلالی میں بھی اسی ترتیب کا تتبع کیا گیا ہے۔ جلال الدین نے بھی نصیر الدین طوسی کی طرح بہ دلائل ایک اعلیٰ ملکی قانون، ایک فرمانروا اور ایک سکہ رائجہ کی ضرورت کو ثابت کیا ہے۔

قانون سے اس کی مراد شریعت ہے جبکہ فرمانروا سے مراد ایسا شخص ہے جو اللہ کی تائید کے ساتھ ممتاز ہو اور اپنے اندر ایسی صفات رکھتا ہو جن سے وہ لوگوں کی درجہ کمال تک رہنمائی کر سکے۔ حکومت اگر صالح ہو گی تو اس صورت میں وہ امامت ہے۔ اگر غیر صالح ہو گی تو وہ مبنی بہ جبر ہو گی۔ وہ فرمانروا کے انتخاب اور اس کے عدل کی کوئی شرائط پیش نہیں کرتا۔ اس کے نزدیک ہر عادل سلطان زمین پر ظل اللہ، خلیفہ اللہ اور محمد رسول اللہ ﷺ کا نائب ہے۔ بلاشبہ ان معنوں میں دوانی اپنے سرپرست اور زون حسن کو خلیفہ کہہ کر خطاب کرتا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ صالح حکمران دنیا میں توازن قائم رکھتا ہے جس کی بقا کے لئے انسانوں کے باہمی تعاون کی ضرورت ہے۔

جلال الدین دوانی کے نزدیک تمدن کی دو اقسام ہیں:

1۔صالح 2۔غیر صالح

جلال الدین الدوانی نے فارابی اور نصیر الدین طوسی کی اتباع کرتے ہوئے ان کا نام مدینہ فاضلہ اور مدینہ غیر فاضلہ رکھا ہے۔ غیر فاضلہ کی مزید تقسیم کی ہے۔

مدینہ جاہلہ، مدینہ فاسقہ اور مدینہ ضالہ۔

مدینہ فاضلہ کے رہنے والوں کے فہم و ذکا کے اعتبار سے کئی درجے ہیں اور ان کے عملی فرائض یا ذمہ داریوں میں بھی تفاوت ہے۔ انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ ہر طبقے کو اس کے مناسب مقام پر قائم رکھا جائے اور ہر فرد کو اسی کام میں لگایا جائے جس کے لئے وہ موزوں ہے اور جس میں وہ مہارت حاصل کر سکتا ہے۔ حکومتِ صالح یعنی امامت کا کام یہ ہو گا کہ وہ لوگوں کے معاملات کا ایسا انتظام کرے کہ ہر فرد اس قابلیت کی تکمیل کر سکے جو اسے ودیعت کی گئی ہے۔ حکومتِ غیر صالح کا مدار جبر و تعدی پر ہے۔ اسی کا کام بندگانِ خدا کو غلام بنانا اور اللہ کی زمین میں فساد پھیلانا ہوتا ہے۔ تمدن میں توازن برقرار رکھنے کے لئے معاشرے کے اندر چار طبقے قائم کرنے چاہییں۔

1۔صاحبانِ علم مثلاً علماء، فقہاء، قضاۃ، کتاب، ریاضی اور ہیئت کے ماہرین

2۔صاحبانِ شمشیر

3۔سوداگر،کاریگراوراہل حرفہ

4۔زراعت پیشہ

امام جلال الدین دوانی کے مطابق مندرجہ بالا طبقات کی عدم موجودگی میں نسل انسانی کی بقا ممکن نہیں۔اُن کے خیال میں انسانی کردار کو بدلنے کے احکامات موجود ہیں۔ برے کردار کو تعلیم، تربیت اور تصحیح کی مدد سے اچھا بنایا جاسکتا ہے۔اس سلسلے میں وہ انسانی عقل کے متعلق مدارج اور اقسام بیان کرتے ہے تاکہ نفسیاتی طور پر کسی شخص کے رجحانات اور اعمال کی بنیاد جانی جاسکے۔ انسانی عقل کو دوانی کے نظریہ اخلاق سے سمجھا جاسکتا ہے جس میں انسانی کردار سے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لیا گیا ہے۔ انسانی عقل کے وظائف کا پتا لگا کر اچھے اور برے اعمال کی طرف جھکاؤ اور میلان جانا جاسکتا ہے۔

انسانی ذہن کے ان حصوں کا آپس میں مل جل کر کام کرنا انسانی فکر اور کردار میں توازن پیدا کرنے کا باعث بنتا ہے۔دوانی اور بعض دوسرے فلسفی عقل و دانش سے ان اشیاء کا علم مراد لیتے ہیں جو حقیقی طور پر انسانی سمجھ میں داخل ہوتا ہے۔دوانی کے نزدیک مختلف حالات میں عقل کا متنوع استعمال دلیری یا جرات کہلاتا ہے۔

دوانی کے فلسفۂ اخلاق کے مطابق درج ذیل بنیادی خوبیاں اگر مل جل کر کام کریں تو یہ نیکیوں کو جنم دیتی ہیں:

1۔حکمت 2۔جرات 3۔اعتدال 4۔عدل[1]

ان خوبیوں کی وضاحت جاوید اقبال ندیم نے اس طرح کی ہے:

(ا) حکمت(wisdom): فراست، واضح فہم، زیرکی صحیح امتیاز، حافظہ یاداشت۔

(۲) جرات (Courage): خوداری، برداشت، صحیح عزم اور ولولہ، وقار، پائیدار، رحم، اطمینان، انکساری دلیری، ٹھہراؤ، سکون۔

(۳)اعتدال (Temperance): خوش طبعی، پاک دامنی، نیکی، قوت برداشت، قناعت، استقلال، زہد، اختیار، فیاضی، باقاعدگی، ہم آہنگی۔

(۴) عدل و انصاف (Justice): وفاداری، وعدہ ایفائی، شفقت، اخوت، تشکر، رفاقت، تپاک، اطاعت شعاری،استغنا،پرستاری،رفاقت،اعتراف[2]

---

(1) عبدالسلام ندوی، حکمائے اسلام،ج2،ص:301

(2) عبدالسلام ندوی، حکمائے اسلام،ج2:ص301۔

مندرجہ بالا نیکیوں کے برعکس برائیوں کا وجود بھی ہے۔ زروشٹر کی تعلیم کے مطابق بھی ہمارا وجود اچھے اور برے دو عناصر سے ترتیب دیا گیا ہے۔ یعنی تعمیری اور تخریبی، نیکی اور بدی، یہ دوغلا پن دنیا میں ہر جگہ موجود ہے۔ حتی کہ انسانی فکر، کردار اور نیت بھی اس سے مبرا نہیں۔ ہر تعمیری عنصر کا متضاد پہلو موجود ہے۔ بعض علماء کا خیال ہے کہ اس دوغلے پن سے بچنے کا ایک ہی طریقہ ہے اور وہ ہے میانہ روی۔ لیکن درمیانی راستہ تلاش کرنا نہایت مشکل اور دشوار ہے۔ مکمل عدل، اعتدال جرأت اور دانشمندی و حکمت کا حصول ناممکن حد تک دشوار ہے۔ تاہم، ہم اس معیار کے نزدیک اور نزدیک تر ہونے کی کوشش ضرور کر سکتے

ہیں۔اس کا انحصار انسان کی سعی اور جذبہ و قوت ارادی پر ہے۔[1]

اخلاق کو بہتر بنانے کے لئے دوانی کا نظریہ:

امام جلال الدین دوانی نے اپنی کتاب ''جامع الاخلاق'' میں اخلاق کو بہتر بنانے کے لئے اپنے خیالات قلم بند کئے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

''نفس ناطقہ انسانی میں دو قوتیں ہیں:

1۔ایک قوت ادراکی، جس کے سبب ہر ایک شے کو جان سکے۔

2۔دوسری قوت تحریکی، جس کے سبب سے ہر ایک کا کاروبار کر سکے۔

قوت ادراکی کے مزید دو شعبے ہیں:

1۔ عقل نظری، مجرداًیہ صور علمیہ کو قبول کرنے کا سبب ہے۔

2۔ عقل عملی، جس کی وجہ سے ہر شخص اپنے جسم کو کاموں میں مشغول رکھتا ہے۔ لیکن یہ شعبہ قوتِ غضبی اور قوت شہوی کی وجہ سے ہوتا ہے۔

اسی طرح اگر وہم وخیال میں عقل عملی کا ذکر کریں تو جزوی فکروں اور جزوی ہستیوں کی نسبت عقل نظری میں فکر وعمل کی بات آجاتی ہے۔ فکر تمام باتوں اور کاموں کا خیال رکھتی ہے۔ مثلاًیہ بات معلوم کرنا کہ سچ کہنا اچھا ہے اور جھوٹ بولنا برا ہے۔''(2)

قوت تحریکی کے دو شعبوں میں سے ایک قوت غضبی ہے جو بری عادات کو روکنے کا کام سرانجام دیتی ہے۔ قوت شہوی اچھی چیزوں کی وجہ سے ہے۔ یہاں قوت غضبی کو چاہیے کہ وہ بدن کی تمام تر قوتوں پر اس طرح غالب رہے کہ کسی

(1) جاوید اقبال ندیم، ابن مسکویہ کا فلسفہ اخلاق، ص67-68

(2) عبدالسلام ندوی، حکمائے اسلام، ج2، ص:301

ایک سے بھی کمزور نہ ہو بلکہ سب قوتیں قوتِ غضبی کے حکم کے تابع اور اس سے مغلوب رہیں۔ تمام قوتوں کی آپس میں موافقت اور انسان کی اس پر بادشاہت کا ہونا اسی میں ہے کہ وہ قوتِ غضبی کے بتائے ہوئے کام کو احسن طریقے سے سر انجام دے۔ یعنی جس قوت کو جو کام سونپا جائے وہ بخوبی پورا کرے۔

اگر یہ نظام اسی طرح چلتا رہے تو عقل نظری جو قوت ادراکی کا پہلا شعبہ ہے حکمت کو جنم دیتی ہے۔ پھر عقل عملی کی صفائی سے عدالت، قوتِ غضب کی درستی سے شجاعت اور قوتِ شہوی کی صفائی اور درستی سے پارسائی یا عفت پیدا ہوتی ہے۔

اس بات سے واضح ہوتا ہے کہ نفسِ انسانی میں علیحدہ علیحدہ تین قوتیں کارفرماہیں۔ پہلی قوتِ ناطقہ یا ملکی یا نفس مطمئنہ۔ فکر و تمیزِ اشیاء کی حقیقتیں اس سے واضح ہوتی ہیں۔ دوسری کو قوت غضبی یا سبعی یعنی نفس لوامہ کہتے ہیں۔ یہ دشمن پر غالب آنے، جاہ و حشمت پیدا کرنے، غضب، دلیری اور پر خطر کاموں کا اقدام کرنے اور ملامت کرنے کا کام سر انجام دیتی ہے۔

تیسری قوت شہوی یا نفس بہیمی یعنی نفس امارہ ہے۔اس سے شہوت اور طلبِ روزگار، اچھے اچھے کھانے پینے اور شادی بیاہ کرنے کا کام لیا جاتا ہے۔

نفس ناطقہ سے حکمت، نفس سبعی سے شجاعت، نفس بہیمی سے فضیلت عفت حاصل ہوتی ہے۔ جس وقت یہ تینوں فضیلتیں نفس انسانی میں پیدا ہوں اور وہ آپس میں ایک دوسرے سے مل کر ایک ہوں تو پھر ایک ایسی حالت اس میں پیدا ہوتی ہے کہ کوئی بھی ان میں پہچانی نہیں جاتی اور اس حالت کو تشابہ کہتے ہیں۔اس کو فضیلت عدالت سے جانتے ہیں جو کمال اور سب فضیلتوں کی تمامی ہے۔[1]

جلال الدین دوانی اپنے اخلاقی فلسفہ کو سیاسی نظام اور بادشاہ رعایا کے تعلقات میں لے جاتا ہے۔ حکمران کو اللہ کا سایہ کہتے ہوئے اسے رعایا کا تحفظ اور پاسبانی کا فرض سونپا ہے۔ وہ جابرانہ حکومت کے خلاف ہے۔

بادشاہوں اور رعایا کے فرائض کے بارے میں وضاحت کے دوران میں دوانی حقیقی پیار و محبت (Love Affaction) کی بہت سی اقسام کا ذکر کرتا ہے:

۱۔ نیکی سے پیار خدائی علم پر منحصر ہے جبکہ

۲۔ والدین سے محبت کو رسول کریم (ﷺ) کی حدیث کی روشنی میں تین شکلیں دی ہیں: جسمانی باپ، روحانی باپ اور بیوی کا باپ۔

---

(1) جاوید اقبال ندیم، ابن مسکویہ کا فلسفہ اخلاق، ص: 68، 69

امام دوانی نے محبت کے ضمن میں استاد کے ساتھ لگاؤ کو بہت اہمیت دی ہے انہوں نے اپنی کتاب میں رسول اکرم ﷺ کے درج ذیل دو ارشادات گرامی نقل کیے ہیں:

1- من أحب العلماء فقد احبني.

"جس نے عالم سے پیار کیا اس نے مجھ سے پیار کیا۔"

2- من اکرم عالما فقد اکرمني.[1]

"جس نے عالم کا احترام کیا اس نے میرا احترام کیا۔"

3۔اس کے بعد رعایا اور بادشاہ کے آپس میں تعلقات کا ذکر ہے اور

4۔ پھر دوستوں کی محبت کے بارے میں بیان ہے۔

دوانی کے مطابق محبت کی اور قسمیں بھی ہیں جن کی بنیاد آپس کی ضروریات دل چسپیوں اور مفادات پر ہے۔ بعض جلد پیدا ہو کر جلد ختم ہو جاتی ہیں۔ جبکہ دوسری دیر پا اور دور رس ہوتی ہیں۔ کبھی محبت فرض ہوتی ہے جیسا کہ اپنے ساتھیوں اور خدا کے ساتھ۔ اس کے علاوہ دوانی دوستی کے فرائض بھی بیان کرتا ہے۔ مختصراً یہ ہے کہ ایک ماہر اخلاقیات کے طور پر دوانی کا ایک بلند مقام ہے۔ یہ درست ہے کہ اسکی سماجی حیثیت قابل رشک نہ تھی تاہم دوسرے معاملات میں وہ خود ایک فلسفیانہ طرز زندگی کا موجد کہلا سکتا ہے۔ یہ وہ طرز زندگی ہے جو انسان کو خدا کی طرف سے تفویض ہوئی ہے۔

علامہ جلال الدین دوانی کے مطابق انسان کا مقام حیوانوں اور فرشتوں کے بیچ ہے۔ آخر الذکر بغیر اشتہا اور خواہش کے محض عقل رکھتے ہیں۔ پسند ناپسند۔ ترغیب و تحریص ان کے لئے نہیں۔ وہ ہر لحاظ سے کامل اور بے عیب ہیں۔ چنانچہ اخلاقی قوانین کا اطلاق ان پر نہیں ہوتا۔ ان کے برعکس اول الذکر عقل کی غیر موجودگی میں اپنی خواہشات و جبلات کو قابو میں رکھنے کے اہل نہیں اور اس طرح اخلاقیات کی سطح سے نیچے ہیں۔ انسان عقلی و غیر عقلی خواص کا مالک ہونے کی حیثیت میں ان دونوں سطحوں کو پھلانگ سکتا ہے یعنی اسے پسند ناپسند کی طاقت دی۔ اس کے پاس ارادہ ہے اور وہ مرضی سے کام کر سکتا ہے اور پھر اسے اس کی ذمہ داری سونپی گئی ہے۔ چنانچہ خود مختاری اور ذمہ داری کی بدولت انسان پر اخلاقی قوانین لاگو ہوتے ہیں اور وہ دنیا میں خدا کی نیابت کا اہل قرار پاتا ہے۔ لیکن خلیفۃ اللہ کا مقام کیسے حاصل ہوتا ہے؟ اس کے بارے میں دوانی کے خیال کے مطابق اس ارفع مقام کا راستہ حکمۃ البلیغہ سے ہو کر جاتا ہے۔ اس حکمت میں نظریہ اور عمل مل جاتے ہیں۔ یہ سقراط کے علمی خیر سے بنیادی طور پر مختلف ہے۔ یونانیوں کا بنیادی مقصد اخلاقیات کے نظریات وضع

(1) جلال الدین، (1911ء/1329ھ) اخلاق جلالی (فارسی)، مطبع منشی نولکشور، انڈیا، لکھنؤ، ص: 252

کرنا تھا۔ جبکہ اخلاقیات کا عملی پہلوان کی نظروں سے اوجھل تھا۔ تاہم دوانی کی اخلاقیات میں ہمیں قرآنی تعلیمات کے علاوہ ارسطو کے نظریات بھی نظر آتے ہیں۔ تاہم عقلیت کی جگہ اصول روحانی کو دیتے ہوئے دوانی درمیانی راستے کو پل صراط سے تشبیہ دیتے ہیں۔[1]

امام دوانی کے بیان کردہ اخلاق کی خصوصیات

ا۔ابن مسکویہ اور اخلاق ناصری کا خلاصہ

امام دوانی کے اخلاق کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ انہوں نے امام غزالی کی طرح ابن مسکویہ کی فلسفہ اخلاق کو بنیاد بنا کر اپنا فلسفہ اخلاق پیش کیا ہے۔ اسی طرح نصر الدین طوسی کی کتاب سے استفادہ ہے اور اپنی کتاب میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔ ایک جگہ امام دوانی نے ابن مسکویہ کا تذکرہ حکیم بو علی مسکویہ کہہ کر کیا ہے۔[2] اسی طرح اخلاق ناصری کا بھی ذکر کیا ہے۔[3]

جلال الدین دوانی کے فلسفہ اخلاق کا بنیادی مقصد طوسی کے اخلاق ناصری کا جائزہ لینا اور اس میں ترامیم کرنا تھا۔ اسی وجہ سے اخلاق جلالی کا طرز نگارش اور مسائل اخلاق کی ترتیب عموماً اخلاق ناصری کے مشابہ ہے۔ تاہم دوانی کا کمال یہ ہے کہ اس نے اسے فنکارانہ انداز سے قرآنی آیات کی مدد سے سجایا ہے۔ اس کے علاوہ احادیث و آثار و اقوال صوفیاء کو ممتاز حیثیت دی گئی ہے۔ دوانی نے اختصار اور سادگی سے کام لیتے ہوئے طوسی کے خیالات کی بہتر طور پر وضاحت کی ہے اور ساتھ ساتھ اس میں ادبی و علمی چاشنی کا اضافہ کیا ہے۔[4]

انہوں نے نصیر الدین طوسی کی پیروی کرتے ہوئے اخلاقی سیرت کے لحاظ سے آدمیوں کی پانچ قسمیں بیان کی ہیں:

1۔ وہ لوگ جو فطرۃ نیک ہیں اور جو دوسروں پر اپنا اثر ڈالتے ہیں: انہیں نصیر الدین زبدۂ خلائق قرار دیتا ہے اور کہتا ہے کہ حاکم کو چاہیے کہ ان کی سب سے زیادہ تعظیم و توقیر کرے اور ان کو تمام طبقوں سے افضل جانے۔

جلال الدین ان کی تفصیل اس طرح پیش کرتا ہے کہ یہ لوگ علمائے شریعت، شیوخ طریقت اور اصحاب تصوف ہیں۔

---

(1) جاوید اقبال ندیم، ابن مسکویہ کا فلسفہ اخلاق، ص74-76

(2) جلال الدین، (1911ء/1329ھ) اخلاق جلالی (فارسی)، مطبع منشی نولکشور، انڈیا، لکھنؤ، ص:33

(3) جلال الدین، اخلاق جلالی (فارسی)، ص:45

(4) جاوید اقبال ندیم، ابن مسکویہ کا فلسفہ اخلاق، وکٹری بک بینک، لاہور، ص:85

2۔ وہ لوگ جو فطرۃً تو نیک ہیں لیکن دوسروں پر اپنا اثر نہیں ڈال سکتے۔

3۔ وہ لوگ جو نہ نیک ہوں نہ بد۔

4۔ جو خود بد ہیں لیکن اس کے بعد یہ ان ذرائع سے بحث کرتا ہے جو بدی کو دبانے کے لئے اختیار کرنا چاہیں نیز وہ حاکم کے لئے اپنی رعایا کے معاملات سے شخصی طور پر واقف ہونا ضروری ٹھہراتا ہے۔ دوسروں پر اثر نہیں ڈالتے۔

5۔ جو خود بھی بد ہیں اور دوسروں پر بھی اپنا اثر برا ڈالتے ہیں۔

کتاب کا آخری حصہ جس کی بنیاد بھی اخلاقِ ناصری پر ہے، بہت سے اُن سیاسی مقالات پر مشتمل ہے جو افلاطون اور ارسطو کی طرف منسوب کئے گئے ہیں۔[1]

۲۔ مستحکم شرعی دلائل سے مزین اخلاقیات کا بیان

امام جلال الدین دوانی کے بیان کردہ اخلاقیات کی خصوصیات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ انہوں نے جہاں جہاں اخلاق بیان کئے انہیں مستحکم شرعی دلائل کے ساتھ مزین کیا ہے۔ مثلا:

1۔ وحدت نفسی اور قرب جبلی کی بات کی تو انہوں نے دلیل کے طور پر ان آیات کریمہ کو بیان کیا:[2]

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ﴾[3]

"اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہاری پیدائش (کی ابتداء) ایک جان سے کی۔"

﴿مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ إِلَّا كَنَفْسٍ وَاحِدَةٍ﴾[4]

"تم سب کو پیدا کرنا اور تم سب کو (مرنے کے بعد) اٹھانا (قدرتِ الٰہیہ کے لیے) صرف ایک شخص (کو پیدا کرنے اور اٹھانے) کی طرح ہے۔"

2۔ اخلاقیات کی ضمن میں اقتدار اور حکمرانی کی بات کی تو بطور ثبوت رسالت و نبوت سے متعلق اس آیت سے استدلال کیا:[1]

---

(1) اردو دائرہ معارف اسلامیہ، لاہور: دانش گاہ پنجاب، 1984ء، ج9، ص:479

(2) جلال الدین، اخلاق جلالی (فارسی)، ص:63

(3) النساء، 1:4

(4) لقمان، 28:31

﴿وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ وَأَنْزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ﴾ (2)

''اور ہم نے اُن کے ساتھ کتاب اور میزانِ عدل نازل فرمائی تاکہ لوگ انصاف پر قائم ہو سکیں، اور ہم نے (معدنیات میں سے) لوہا مہیّا کیا اس میں (آلاتِ حرب و دفاع کے لیے) سخت قوّت اور لوگوں کے لیے (صنعت سازی کے کئی دیگر) فوائد ہیں۔''

الغرض امام جلال الدین دوانی نے حتی الوسع نص قرآنی سے دلائل پیش کئے ہیں اور ساتھ ساتھ احادیث و آثار سے بھی اپنے مباحث کو مزین کیا ہے۔ اخلاقیات کی اہمیت اور فضائل کی بنیاد حضرت ابو درداء سے مروی اس حدیث نبوی پر ہے:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِذَا سَمِعْتُمْ بِجَبَلٍ زَالَ عَنْ مَكَانِهِ، فَصَدِّقُوا، وَإِذَا سَمِعْتُمْ بِرَجُلٍ تَغَيَّرَ عَنْ خُلُقِهِ، فَلَا تُصَدِّقُوا بِهِ، وَإِنَّهُ يَصِيرُ إِلَى مَا جُبِلَ عَلَيْهِ".(3)

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر تم کسی پہاڑ کے بارے یہ بات سنو کہ وہ اپنی جگہ سے ہل گیا ہے تو بے شک اس کی تصدیق کرلو۔ لیکن کسی شخص کے بارے میں یہ بات سنو کہ اخلاق بدل گئے ہیں تو اس کی تصدیق نہ کرنا کیونکہ وہ پھر اپنی فطرات کی طرف لوٹ جائے گا۔''

امام دوانی نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے اصل میں اخلاق کا بگاڑ ممکن نہیں ہاں کسی شخص کی طبیعت تبدیل ہو سکتی ہے۔ مزاج تبدیل ہو سکتا ہے لیکن اخلاقی اقدار ہمیشہ مستقل رہتی ہیں۔ (4)

صحیح بخاری اور دیگر کتب حدیث میں حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالی عنہ کی غیرت بارے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالی عنہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالی عنہ نے کہا: اگر میں کسی شخص کو اپنی بیوی کے ہمراہ دیکھوں تو سیدھی تلوار سے اسے قتل کر دوں۔ رسول اللہ ﷺ کو ان جذبات کی اطلاع ملی تو آپ ﷺ نے فرمایا:۔

---

(1) جلال الدین، اخلاق جلالی (فارسی)، ص:114

(2) الحدید، 25:57

(3) أحمد بن حنبل، أبو عبداللہ بن محمد، (1978ء) المسند، بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، 6:443، الرقم:27539

(4) جلال الدین، اخلاق جلالی (فارسی)، ص:36

"أَتَعْجَبُونَ مِنْ غَيْرَةِ سَعْدٍ لَأَنَا أَغْيَرُ مِنْهُ، وَاللَّهُ أَغْيَرُ مِنِّي وَمِنْ أَجْلِ غَيْرَةِ اللَّهِ حَرَّمَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ".[1]

''تم سعد کی غیرت پر اظہار تعجب کرتے ہو؟اور اللہ کی قسم! یقیناً میں ان سے زیادہ غیرت مند ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے زیادہ غیرت مند ہے۔ اللہ تعالیٰ نے غیرت ہی کی وجہ سے بے حیائی کی ظاہر اور پوشیدہ باتوں کو حرام قرار دیا ہے۔''

امام دوانی نے قومی و ملی حمیت اور غیرت کی بحث کرتے ہوئے اخلاق جلالی میں اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔[2]

صحیح مسلم اور دیگر کتب احادیث میں حیاء کے بارے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

"الْحَيَاءُ خَيْرٌ كُلُّهُ"[3]

''حیاء سراسر خیر ہے۔''

امام دوانی نے اخلاقیات کے باب میں عفت و عصمت کے بارے میں مذکورہ حدیث سے استدلال کرتے ہوئے اولیں چیز حیاء کو قرار دیا ہے۔[4]

۳۔ فضائل اخلاق کا امہات الکتب کے دلائل سے ثبوت

اسلامی تعلیمات میں تہذیب نفس انسانی اخلاقیات کو سنوارنا ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ سراپا اخلاق تھے۔ آپ ﷺ کی بعثت کا ایک مقصد اخلاقی اقدار کی احیاء تھا۔ امام قضاعی نے حضرت ابوہریرہ سے مروی آپ ﷺ کا یہ فرمان بیان کیا ہے:

"إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ".[1]

---

(1) بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراھیم بن مغیرہ، (1981ء) الصحیح، دارالقلم، دمشق، شام، کتاب التوحید، باب قول النبی ﷺ لا شخص أغیر من اللہ، 2698:6، رقم:6980

(2) جلال الدین، اخلاق جلالی (فارسی)، ص:62

(3) مسلم، ابوالحسین مسلم بن الحجاج بن مسلم بن ورد قشیری نیشاپوری، الصحیح، داراحیاء التراث العربی، بیروت، لبنان: کتاب الایمان، باب بیان عدد شعب الایمان وأفضلها وأدناها وفضیلۃ الحیاء وکونہ من الایمان، 64:1، رقم:37

(4) جلال الدین، اخلاق جلالی (فارسی)، ص:64

"بے شک میں تو اعلی اخلاقی اقدار کو ہی مکمل کرنے کے لیے بھیجا گیا ہوں۔"

امام دوانی نے اخلاق جلالی میں آپ ﷺ کا متمم اخلاق ہونا بیان کیا ہے۔[2]

اخلاقیات میں سے ایک اہم امر عدالت ہے امام دوانی نے اس کے بارہ چیزیں بیان کی ہیں سب سے اول صداقت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ صدق و محبت کے لئے باہمی یکجہتی اور اخلاص ضروری ہے اور سچائی کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ دوست دوست کے لئے وہی پسند کرے جو خود پسند کرتا ہو۔[3] بطور استدلال امام دوانی نے اس حدیث پاک کو بیان کیا ہے:

"لاَ يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ، حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ".[4]

"تم میں سے کوئی شخص تب تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لیے وہی چیز پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔"

امام دوانی کے فلسفہ اخلاق کے مطابق بھی معاشرے میں امن و امان قائم کرنے اور ظلم و جور سے بچانے کے لئے عدل و انصاف کا ہونا ضروری ہے اور اس کا اظہار سب سے پہلے کسی شخص کی ذات سے ہوتا ہے۔ اس بارے میں اخلاق جلالی میں اس حدیث کو بیان کیا ہے۔[5]

"أَلَا كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ".[6]

"آگاہ رہو! تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اور ہر ایک سے اس کی رعایا کے متعلق سوال کیا جائے گا۔"

جبکہ امام مسلم نے اس حدیث کو کتاب الإمارہ میں جب باب کے تحت بیان کیا ہے اس کا عنوان ہے:

"بَابُ فَضِيلَةِ الْإِمَامِ الْعَادِلِ، وَعُقُوبَةِ الْجَائِرِ، وَالْحَثِّ عَلَى الرِّفْقِ بِالرَّعِيَّةِ، وَالنَّهْيِ عَنْ

(1) قضاعی، ابو عبد اللہ محمد بن سلامہ بن جعفر بن بن ابراھیم بن مسلم قضاعی، (1986ء) مسند الشھاب، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، لبنان: ج2: ص192، رقم:1165۔

(2) جلال الدین، اخلاق جلالی (فارسی)، ص:66

(3) جلال الدین، اخلاق جلالی (فارسی)، ص:69

(4) بخاری، الصحیح، کتاب الایمان، باب من الایمان أن یحب لأخیہ ما یحب لنفسہ، 1:14، رقم:13

(5) جلال الدین، اخلاق جلالی (فارسی)، ص:121

(6) بخاری، الصحیح، کتاب الایمان، باب قول اللہ تعالی: {وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الأَمْرِ مِنْكُمْ} [النساء،4:59]، 6:2611، رقم:6719

إِدْخَالِ الْمَشَقَّةِ عَلَيْهِمْ"[1]

"باب: عادل حاکم کی فضیلت ،ظالم حاکم کی سزا ،رعایہ طے ساتھ نرمی کی تلقین،اور ان پر مشقت ڈالنے کی ممانعت۔"

حکمران کے لئے لازم ہے کہ وہ اپنی رعایا کے ساتھ عدل کا برتاو کرے۔امام دوانی کے مطابق اس سے فائدہ یہ ہے کہ عوام بھی عدل کرے گی اوران کی نیکیوں کے اجر وثواب میں حکمران وقت بھی شریک ہوگا اور اگر ظلم کرے گا تو وبال بھی اس کے سر ہوگا۔[2]

حکمران کا ایک ساعت عدل کرنے کے اجر وثواب کے بارے انہوں نے یہ حدیث نقل کی ہے۔[3]

"عدل ساعة خير من عبادة سبعين سنة"[4]

"ایک ساعت عدل کرنا ستر سال کی عبادت سے بہتر ہے۔"

ایک مقام پر امام دوانی نے[5] عدل کی تعریف کرتے ہوئے امام غزالی کی یہ عبارت نقل کی ہے:

وَنَعْنِي بِالْعَدْلِ حَالَةً لِلنَّفْسِ وَقُوَّةً بِهَا تسوس الغضب والشهوة وتحملهما على مقتضى الحكمة وتضبطهما فِي الِاسْتِرْسَالِ وَالِانْقِبَاضِ عَلَى حَسَبِ مُقْتَضَاهَا.[6]

"اور عدل سے مراد نفس کی وہ حالت ہے جس سے کہ غضب اور شہوت کو قابو میں رکھا جائے اور اس کا چھوٹنا اور روکنا مقتضائے حکمت کے موافق ہو۔"

الغرض امام دوانی کی کتاب کے مطالعہ سے ان کی تبحر علمی کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔انہوں نے فضائل اخلاق کو قرآن وحدیث کے مستحکم دلائل کے ساتھ امہات الکتب سے ثابت کیا ہے۔

---

(1) مسلم،الصحیح،کتاب الإمارۃ،باب فضیلۃ الإمام العادل.....،3:1459،رقم:1829

(2) جلال الدین،اخلاق جلالی(فارسی)،ص:125

(3) جلال الدین،اخلاق جلالی(فارسی)،ص:126

(4) الشیھی،شھاب الدین محمد بن أحمد بن منصور أبوالفتح(1419ھ)،المستطرف فی کل فن مستظرف،عالم الکتب،بیروت،لبنان،ص227

(5) جلال الدین،اخلاق جلالی(فارسی)،ص:53

(6) غزالی،احیاءعلوم الدین،بیروت،لبنان،3:54

۴۔حالات زمانہ کے مطابق اخلاقی اصول کا بیان

امام دوانی ایک بیدار مغز عالم دین اور فلسفی تھے وہ اپنے زمانے میں میں صدر کے عہدے پر مامور رہے۔تدریس بھی کرتے رہے اور فارس کے قاضی بھی رہے۔اس قدر سرکاری عہدوں پر فائز رہ کر انہیں زمانے کے حالات کا بغور مشاہدہ کرنے کا موقع ملا اور انہوں نے اپنے ذوق کے مطابق اخلاقی اصول وضع کئے اور اس زمانے کے بادشاہوں اور رعایا کی عادات واطوار کو پیش نظر رکھا لیکن آج بھی ان کا فلسفہ زندہ ہے۔حکمرانوں کے متعلق انہوں نے لکھا ہے:

''اخلاق جلالی'' میں ایک منصف حکمران کے فرائض منصبی کا احاطہ کیا گیا ہے۔اس میں ایک مثالی معاشرے کے کئی اجزائے ترکیبی بیان کئے گئے ہیں کہ ایک حکمران کو معاشرے کے نظم ونسق کو کیسے چلانا چاہیے۔ان کے نزدیک اس مقصد کے لئے ایک حکمران کو بالخصوص درج ذیل 15 خصوصیات کا حامل ہونا چاہیے:(1)

۱۔تیز فہم......زیرک

۲۔فہم وفراست کا حامل

۳۔واضح سمجھ بوجھ کا حامل

۴۔کریم النفس

۵۔عالی ہمت

۶۔بلند فطرت

۷۔اولوالعزم

۸۔عالی ظرف

۹۔فراخ دل

۱۰۔صبر وتحمل کا حامل

۱۱۔رحمدل

۱۲۔سخی اور فیاض

۱۳۔بھائی چارے کا حامل

۱۴۔اچھے اعتقاد کا حامل

۱۵۔اچھا دوست

---

(1) جلال الدین،اخلاق جلالی(فارسی)،ص:268-299

ایک ہم آہنگ اور متحد معاشرہ کے قیام کے لئے وہ لوگوں کی مختلف جماعتوں اور گروہوں میں اعتدال اور توازن پر زور دیتا ہے۔[1]

اخلاق نصیری سے انصاف پروری کے عام اصول بیان کرنے کے بعد امام جلال الدین دوانی نے اپنے اخلاقی اصول بھی بیان کئے ہیں جن پر حکمران کو عمل درآمد کرنا چاہیے تاکہ انصاف کا ایک کارگر نظام رائج ہوسکے۔

1۔ حکمران کسی مقدمہ میں فیصلہ کرتے ہوئے اپنے آپ کو ایک مظلوم تصور کرے تاکہ وہ مظلوم کے لئے کوئی قابل نفرت خواہش نہ کرے۔

2۔ حکمران کو مقدمات فی الفور نپٹانے کی یقین دہانی حاصل کرنی چاہیے کیونکہ انصاف کی فراہمی میں تاخیر بے انصافی کے مترادف ہے۔

3۔ حکمران کو عیش و عشرت اور آرام اور راحت کی زندگی بسر نہیں کرنی چاہیے کیونکہ اس طرح سلطنت کے وجود کو خطرہ لاحق ہونے کا اندیشہ ہے۔

4۔ حکمران کے فیصلے جوش اور غصے کے تابع نہیں ہونے چاہئیں بلکہ یہ فیصلے انتہائی اطمینان اور سکون کے ساتھ سرانجام دینے چاہئیں۔

5۔ حکمران کو لوگوں کو خوش کرنے کی بجائے خدا کو خوش کرنے کی تدابیر اختیار کرنی چاہیے۔

6۔ حکمران کو انصاف کا علم بلند کرنا چاہیے لیکن اگر اس سے رحم کی درخواست کی جائے تو اس صورت میں معافی انصاف سے بہتر ہے۔

7۔ حکمران کو نیک اور پارسا لوگوں کی محبت اختیار کرنی چاہیے اور ان سے مشاورت سرانجام دینی چاہیے اور ہر ایک کو اس کے حقیقی مقام پر رکھنا چاہیے۔

8۔ حکمران کو نااہل لوگوں کو اہم اور کلیدی عہدوں پر فائز نہیں کرنا چاہیے۔

9۔ حکمرانوں کو لوگوں کو خوش کرتے ہوئے خدا کی خوشی کو بھی ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے۔

10۔ امام دوانی اس نکتہ نظر کے بھی قائل تھے کہ صوفیانہ نکتہ نظر بہرکیف فلسفیانہ نکتہ نظر سے بہتر اور برتر ہے۔ لہذا دنیا کے صوفیانہ اور فلسفیانہ نظریات کے درمیان کسی قسم کا انتشار نہیں ہونا چاہیے کیونکہ دونوں اقسام کے نظریات وجود پذیر رہ سکتے ہیں۔

---

(1) جلال الدین، اخلاق جلالی (فارسی)، ص:74

۵۔رذائلِ اخلاق کا علاج (Ethical dilemma's treatment):

جس طرح ہم جسمانی بیماریوں کا علاج کرتے ہیں یعنی جسمانی تندرستی کے لئے احتیاط، پرہیز اور موافق چیزوں کا استعمال ضروری ہے۔ اسی طرح نفسانی امراض کے علاج کے لئے احتیاط، تدابیر پرہیز اور موافق طریقوں کو اپنانا ضروری ہے۔

نفسانی صحت کے لئے روح کی حفاظت اور قوت فاضلہ کو اپنے اختیار میں رکھنا، اعلیٰ اور برتر لوگوں کی صحبت میں بیٹھنا اور برے لوگوں سے ملاقات کرنے سے پرہیز کرنا بہتر ہے۔ اپنی روح کو صحیح اور تندرست رکھنے کے لئے اپنی قوتوں کو خواہ وہ نظری ہو یا عملی اچھے کاموں میں مصروف رکھنا چاہیے۔ انسان کو چاہیے کہ وہ کسبِ کمال کو چھوڑنے کے لئے سستی اور ناتوانی کا بہانہ نہ کرے۔ زیادہ طلبی سے بھی پرہیز کرنا چاہیے۔ روح کی تندرستی کے لئے میانہ روی کی چال بہتر ہے۔ عقل کی مصلحت سے انتظام کرتے ہوئے حد اعتدال سے تجاوز نہیں کرنا چاہیے جب تک کہ فضیلت عفت اور شجاعت کے مرتبے کو نہ پائے۔[1]

جلال الدین دوانی کی کتاب جامع الاخلاق میں درج ہے کہ

"بیماری دوا کے استعمال کرنے سے جو اس کی ضد ہے ختم ہوتی ہے۔ طب نفسانی میں بھی یہی قاعدہ جاری ہے۔"[2]

امام جلال الدین دوانی نے رذائل اخلاق یا اخلاقی بیماریوں کا علاج بھی "مصالحات امراض نفسانی"[3] کے عنوان کے تحت بیان کیا ہے۔ جس میں انہوں نے حیرت، جہل، بد دلی، خوف، افراط شہوت، حزن اور حسد جیسے نفسانی امراض کا علاج صحیح احادیث سے بیان کیا ہے۔ انہوں نے جگہ جگہ قرآن و احادیث اور آثار کا ذکر کر کے علاج تجویز کیا ہے مثلاً حسد کی مذمت میں انہوں نے یہ حدیث پاک بیان کی ہے[4]:

"الْحَسَدَ، فَإِنَّ الْحَسَدَ يَأْكُلُ الْحَسَنَاتِ كَمَا تَأْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ - أَوْ قَالَ: الْعُشْبَ."[5]

---

(1) جلال الدین، اخلاق جلالی (فارسی)، ص:63

(2) اَیضاً، ص:144

(3) جلال الدین، اخلاق جلالی (فارسی)، ص:144

(4) اَیضاً، ص:190

(5) ابوداود، سلیمان بن اشعث بن اسحاق بن بشیر بن شداد ازدی سجستانی (1994ء)، السنن، دار الفکر، بیروت، لبنان، کتاب الأدب، باب في الحسد، 4:376، رقم:4903

''بلاشبہ حسد نیکیوں کوایسے کھاجاتاہے جیسے آگ ایندھن کویافرمایا: جیسے آگ گھاس پھوس کو کھاجاتی ہے۔''

اخلاق جلالی میں جن امراض اخلاق کے علاج بتائے گئے ہیں ان میں چند یہ ہیں:

1۔ علاج غضب

2۔ علاج بددلی

3۔ علاج قوت

4۔ علاج خوف موت

i۔ علاج غضب(The cure for anger):

اپنے عیبوں کی طرف دھیان دیتے ہوئے دوسروں کے کمال کو ملاحظہ کرنا چاہیے کیونکہ ہر شخص اگرانصاف کی نظروں سے اپنے احوال کو دیکھے تو اپنے کمال کو جانچ سکتا ہے۔ اگر وجہ مال ودولت ہو تو یہ بات واضح ہے کہ داناؤں کے خیال میں جو چیز لوٹ، چھیننے، چوری یا غارت کی آفتوں سے بچ نہیں سکتی۔ وہ خوشی اور افتخار کا سبب نہیں ہوسکتی۔ غصہ کی حالت میں انسان کو چاہیے کہ وہ اپنی وضع بدل ڈالے یعنی اگر کھڑا ہے تو بیٹھ جائے اور اگر بیٹھا ہے تو کھڑا ہو جائے یا لیٹ جائے تاکہ غصہ فروہو جائے اگر مفید سمجھے تو ٹھنڈا پانی پی لے۔[(1)]

ii۔ علاج بددلی:

بددلی کے زمرے میں ذلت وخواری وبدزندگی یا لوگوں کا طمع فاسد کرنا اور کاموں پر کم ثابت قدم رہنا۔ سستی وکاہلی کی وجہ سے راحت وآسائش کی طلب کرنا انسان کو ناامید بنادیتا ہے۔ اس میں آتش غضب کا اشتعال کرنا چاہیے۔ انسان اپنے آپ کو اس حالت کی قباحت پر تنبیہ کرے اور غصے کی چال پر چلنے کی بجائے تدبیر کے موافق مناسب اقدام کرے۔[(2)]

iii۔ علاج خوف:

کسی عقلمند کو چاہیے کہ وہ کسی بھی حالت میں خوف نہ کرے کیونکہ خوف کا تعلق عقل سے نہیں ہے بلکہ جو مصیبت اور آفت آئے اس کو قبول کرے کیونکہ اس کے بغیر وہ دین ودنیا کی تدبیروں کو اپنانے سے رہ جاتا ہے۔ غم والم

---

(1) جلال الدین، اخلاق جلالی(فارسی)، ص:153

(2) جلال الدین، اخلاق جلالی(فارسی)، ص:168

سے بچا رہے کیونکہ جب کسی واقعہ ہونے کا امکان یا یقین ہی نہیں تو اپنے آپ کو خوف میں نہ ڈالنا اچھا ہے۔ اس قسم کے کاموں سے اجتناب برتنا چاہیے جس سے بدلی، خوف یا کوئی برائی پیدا ہو۔[1]

iv۔علاج خوفِ موت(Cure for the fear of death):

موت سے انسان فنا نہیں ہو جاتا کیونکہ نفس ناطقہ دریائے ملکوتی کا ترشح اور عالم جبروت کے آثار سے ہے۔ فنا کا اس میں کوئی دخل نہیں اس کی مثال یوں ہے کہ اگر ایک انگلی کٹ جائے تو اس سے انائیت میں کوئی فرق نہیں آتا۔ اسی طرح اگر دوسرا عضو، پھر تیسرا، حتی کہ سارا جسم جاتا رہے تو منطقی طور پر دلیل واضح ہو جاتی ہے کہ جسم کے جانے سے انائیت میں فرق نہیں آتا تو پھر موت سے ڈرنا کیونکر۔ جب انسان عقل کی نظر سے دیکھے اور اندیشہ کی کسوٹی پر پرکھنا شروع کرے تو خوف وغیرہ کا سبب نہیں ہو سکتا۔

انسان جسم اور روح کا مجموعہ ہے۔ موت ان دونوں رشتوں کو توڑ دیتی ہے۔ اصل بات روح کی بقا ہے جو کہ قائم رہتی تو پھر عقلمند کو چاہیے کہ سعادت سرمدی کو حاصل کرے اور لذت ابدی کو پانے کے لئے کوشش کرے۔

وقتی لذت و آرام کی طرف دھیان نہ دے جب مرگ طبعی آپہنچے تو زمین و مکان کی تنگی سے چھٹکارا پاکر اعلی علیین کی وسعت آباد میں رب العالمین کی درگاہ میں جلوہ افروز ہو۔[2]

خلاصہ بحث

مسلم فلسفیوں نے رسول اللہ ﷺ کے عملی تعلیمات کی روشنی میں اپنے اپنے حالات و زمانے کے مطابق اخلاقیات کی توضیح و تشریح کی ہے۔امام دوانی نے بہتر اخلاقیات کے لئے نصیر الدین طوسی کی متابعت میں اصول وضع کئے ہیں جس سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ:

اخلاقی اعتبار سے پہلا درجہ منصف مزاج لوگوں کا ہے جنہیں عادل اور انصاف پرور کہا جاتا ہے یہ لوگ روح پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ حکمران کو ایسے لوگوں کے ساتھ عزت واحترام کے ساتھ پیش آنا چاہیے یہ دوسروں سے ممتاز حیثیت کے حامل ہیں، ائمہ ومشائخ کا شمار انہی میں سے ہوتا ہے۔

اخلاقی اعتبار سے دوسرا درجہ ان لوگوں کا ہے جو بذات خود تو اچھے اخلاق کے حامل ہوتے ہیں لیکن دوسروں پر اثرات مرتب نہیں کر سکتے۔

---

(1) ایضاً،ص:170-171

(2) ایضاً،ص:68

اخلاقی اعتبار سے تیسرا درجہ ایسے لوگوں کا ہے جنہیں نہ تو اچھا نہ برا کہا جاسکتا ہے۔

اخلاقی اعتبار سے چوتھا درجہ ہے غیر مؤثر برائی کے مرتکب لوگوں کا۔

اخلاقی اعتبار سے پانچواں درجہ رذائل اخلاق کے حامل لوگوں کا ہے جو خود بھی برائی کے مرتکب ہوتے ہیں اور اخلاق بد سے دوسروں کو بھی متاثر کرتے ہیں۔

امام دوانی کے فلسفۂ اخلاق میں اس امر پر زور دیا گیا ہے کہ حکمران کو اپنی رعایا کے امور کی ذاتی چھان بین سر انجام دینی چاہیے۔

جلال الدین دوانی کے فلسفہ اخلاق کے مطالعہ سے یہ امر بھی مترشح ہوتا ہے کہ صالح معاشرے کے قیام کے لئے حکمرانوں کو درست اخلاق کا پیکر ہونا چاہیے۔

امام دوانی کے نزدیک اخلاق کی درستگی کے لئے جسمانی بیماریوں کے علاج کی طرح اخلاقی علاج کی طرف توجہ دینی چاہیے۔ امام دوانی نے امراض اخلاقی کی چار اقسام غضب، بددلی، قوت اور خوف موت کے علاج بھی تجویز کئے ہیں۔ اگر ہم اپنی زندگیوں کو ان عظیم مسلم فلاسفہ کے بیان کردہ اخلاقی اصولوں کے مطابق ڈھالیں تو کوئی وجہ نہیں مسلمانوں کا معاشرہ پھر سے اعلیٰ اخلاقی اقدار کا حامل معاشرہ قرار پائے اور امن و سکون اس کا مقدر ٹھہرے۔

مصادر ومراجع

1. القرآن الکریم
2. ابشیھی، شھاب الدین محمد بن أحمد بن منصور أبوالفتح(1419ھ)،المستطرف فی کل فن مستطرف،عالم الکتب،بیروت،لبنان۔
3. أحمد بن حنبل، أبوعبداللہ بن محمد،(1978ء)المسند،بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی۔
4. اردو دائرہ معارف اسلامیہ(1984ء)،دانش گاہ پنجاب،لاہور۔
5. بخاری،ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراھیم بن مغیرہ،(1981ء)الصحیح،دارالقلم،دمشق،شام۔
6. جاوید اقبال ندیم،(1975ء)ابن مسکویہ کا فلسفہ اخلاق اور اس کے غزالی اور دوانی پر اثرات، مقالہ ایم اے علوم اسلامیہ گورنمنٹ کالج لاہور۔
7. جلال الدین،(1911ء/1329ھ)اخلاق جلالی(فارسی)، مطبع منشی نولکشور،انڈیا،لکھنؤ۔
8. ابوداود، سلیمان بن اشعث بن اسحاق بن بشیر بن شداد ازدی سجستانی(1994ء)،السنن،دارالفکر،بیروت،لبنان۔
9. السخاوی، شمس الدین محمد بن عبدالرحمن بن محمد بن أبي بکر(س-ن)،الضوء اللامع لأھل القرن التاسع، منشورات دار مکتبۃ الحیاۃ،بیروت،
10. الشوکانی، محمد بن علي بن محمد بن عبداللہ الیمنی،(س۔ن۔)،البدر الطالع بمحاسن من بعد القرن السابع،دار المعرفۃ،بیروت،
11. عبدالسلام ندوی،(1956ء)حکمائے اسلام،دار المصنفین شبلی اکیڈمی،اعظم گڑھ ہند۔
12. غزالی،(س۔ن۔)احیاء علوم الدین،بیروت،لبنان،
13. قضاعی،ابوعبداللہ محمد بن سلامہ بن جعفر بن ابراھیم بن مسلم قضاعی،(1986ء)مسند الشھاب،مؤسسۃ الرسالہ،بیروت،لبنان۔
14. ابن مسکویہ، أبوعلی أحمد بن محمد بن یعقوب(س-ن)، تہذیب الاخلاق وتطھیر الأعراق،مکتبۃ الثقافۃ الدینیۃ،القاھرہ،مصر۔
15. مسلم،ابوالحسین مسلم بن الحجاج بن مسلم بن ورد قشیری نیشاپوری،(س-ن)الصحیح،داراحیاء التراث العربی،بیروت،لبنان۔